**ترکیہ میں جمہوری دورحکومت کا ارتقاء ، مذہبی کاوشیں اور صدر رجب طیب اردگان**

***Evolving Stages of the Democratic Era in Turkeye, Religious Efforts and President Recep Tayyip Erdogan***

***DOI:*** ***10.5281/zenodo.8286766***

*\*Dr. Navid Iqbal (PhD Turkeye)*

***Abstract***

*Turkeye is a very important country in terms of location. Because Turkeye is a gateway between Asia and Europe. A hundred years ago, the system of Islamic caliphate was prevalent in Turkeye for a long time, but in 1924, due to the conspiracies of western countries, the caliphate was abolished, and a democratic government was established. Due to which secular life system started to be promoted in Turkeye instead of Islamic life system. The effects of which started coming in the form of restrictions on religious schools and institutions as well as religious. But after a long time, during the period of Adnan Menderes, the tendency towards Islamic principles and life system started to increase again, the effects of which are present before us. After the end of the caliphate in Turkeye, there is a long story from the beginning of the democratic regime to the present era, that it is very important to have such a change in an Islamic country where a Muslim becomes a victim of problems in performing his duties with ease and freedom, then after decades, moving towards the Islamic revolution again.*

*Therefore, in this article, we will briefly discuss on the stages from the evolution stages of the democratic period of Turkeye to the current President Recep Tayyip Erdogan. Actions taken in the early days of the democratic government and their effects will also be highlighted in detail on the actions and* *achievements of President Tayyip Erdogan for Turkeye.*

***Keywords:*** *Turkeye, Evolving Stages, Democratic Era, Religious Efforts, Ottoman Caliphate، President Tayyip Erdogan,*

**تمہید**

انسانی زندگی کی بقاء کے لئے معاشرے میں موجود افراد کا ایک نظام کے تحت زندگی گزارنا ضروری ہے اس لئے جس معاشرے اور علاقے میں کسی قانون اور نظام کا تصور تک موجود نہ ہو وہاں انسان تو درکنار جانوروں کا رہنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔

…………………………………….

*\* Assistant Professor, Department of Hadith Sciences, AIOU, Islamabad (navid.iqbal@aiou.edu.pk)*

اس لئے تاریخ کے اوراق سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کا رہن سہن ابتداء میں قبائل کی شکل میں ہوا کرتاتھا جیسا کہ آج بھی بہت سارے ممالک اور علاقوں میں بھی لوگ قبائل کی شکل میں آبا د ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسانی آبادی میں اضافہ ہونے کی وجہ سے قبائل کے مابین آپس کے تعلقات اور روابط کا سلسلہ شروع ہوا جس کی وجہ ان قبائل کے مابین موجود دوریوں میں کمی واقع ہوتی رہی یہاں تک کہ مختلف قبائل کے افراد کا کسی ایک علاقے میں مل کے رہنے کا رجحان بھی پیدا ہوا ۔ یہاں تک شہری نظام زندگی کو وجود بخشا۔ قبائلی نظام میں انتظامی امور قبیلے کے سربراہ کے پاس ہوا کرتا ہے اور اس کی مثال موجودہ دور میں بادشاہی نظام حکومت ہے جس کی بھاگ ڈور کسی ایک خاندان یا قبیلے کے سربراہ کے پاس ہوتا ہے۔ موجودہ ترکیہہ میں اسلامی طرز نظام پر خلافت 6 سو سال سے زیادہ عرصے پر محیط رہی۔ ابتداء میں خلافت کا جو طریقہ تھا وہ بھی جمہوری طریقہ تھا کیونکہ پہلے خلیفہ کے انتخاب میں اہم صحابہ کرام جمع ہوئے اور انہوں نے چند ناموں پر غور کرنے کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے نام پر اتفاق کر لیا اور زبانی طور پر ان کو ووٹ دے کر ان کو خلیفہ منتخب کر لیا گیا اور بعد میں دیگر صحابہ نے بھی ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی ۔ گویا خلافت اولی میں بھی جمہوری طرز موجود تھا لیکن اس میں زبانی بیعت کی حد تک تھا ۔ اسی طرح دیگر خلفاء بھی جمہوری طریقے سے منتخب ہوئے ہیں کسی کی بھی اپنی خواہش نہیں تھی۔ جبکہ بادشاہت میں تو قوی اور مضبوط افراد طاقت کے زور سے یا پھر حیلے بہانوں سے کسی ملک اور علاقے پر قابض ہوجاتے ہیں جو بعد میں وہ نسل در نسل جاری رہتا ہے جس کی اس وقت کئی ساری مثالیں موجود ہیں۔ آج سے سو سال پہلے ترکیہہ میں خلافت اسلامیہ کا طویل زمانے تک قائم رہی جو 1924 ء میں مصطفی کمال اتاترک کی کوششوں سے خلافت اسلامیہ کا خاتمہ ہوا اور ترکیہہ میں جمہوری نظام حکومت قائم ہو گئی جو آج تک قائم ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ خلافت عثمانیہ کے بعد ترک قوم پر ظلم و جبر 70 سال تک مغرب نواز حکمرانوں کی شکل میں مسلط رہا یہاں تک کہ نجم الدین اربکان کا دور حکومت آیا جس نے ترک قوم کو اپنی اصلیت اور تاریخی پس منظر سے روشناس کرا کر غلامی کی زندگی سے نجات دلانے کا راستہ دکھلایا۔ اور اس کے بعدسے ترکیہ جیسا عظیم ملک مسلمانوں کے حق میں کھل کر حمایت میں عملی طور پر پیش پیش رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے خودترکیہ جیسا ملک مغربی غلامی سے نجات حاصل کرنے میں کامیاب ہوا اور وہاں کے مسلمان آزاد اور خود مختار قوم کی حیثیت سے دنیا میں اپنی زندگی گزارتے ہیں۔کسی بھی ملک اور علاقے میں حقیقی تبدیلی کا سہرا ایک اچھے قائد اور سربراہ کو جاتا ہے جس کی مثبت پالییوں کی وجہ سے ملک و ملت ترقی کی راہ پر گامزن ہو جاتا ہے۔ قائد کا تصور انسانی تاریخ کی ابتداء سے لے کر آج تک موجود رہا ہے لیکن وقت کے بدلنے اور تمدنی ارتقاء کی وجہ سے تصور قیادت واضح شکل اختیار کرتا گیا جس کی وجہ سے بعد میں قیادت اور سربراہی کو اجتماعی نظام زندگی اور تجارت وغیرہ شعبوں میں ایک بنیادی جز کی حیثیت حاصل ہوئی۔ اسلام میں قیادت دراصل ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے جو قائد کو احکام خداوندی کے دائرہ میں منحصر کرتی ہے اسلام قیادت کوا مانت کا مقام دیتا ہے۔ اس لئے اسلامی لحاظ سے قیادت اور منصب طلب اور چاہنے کی چیز نہیں بلکہ اللہ کے دوست اور مخلص لوگ تو اس امانت کو اپنے سر لینے سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن بد قسمتی سے عصر حاضر میں شہرت اور جاہ کی چاہت اور طلب رکھنے والوں کی کثرت نے ایک وبا کی صور اختیار کر لی ہے۔ دراصل جہاں پر منصب و قیادت کے چاہنے اور طلب کرنے والوں کی کثرت ہو جائے تو وہاں پر صحیح قیادت کا فقدان پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ منصب چاہنے والوں کی کثرت قوم و ملت کو تقسیم کرکے صحیح راستے کے تعین کو مشکل بنا دیتی ہے اور جب وحدت ختم ہوجاتا ہے تو معاشرے میں انتشار پیدا ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ سامنے آتا ہے کہ منزل کا مفہوم ہی مشتبہ ہو جاتا ہے۔ اس وقت مسلم دنیا کی صور ت حال سب کے سامنے ہے کہ موجودہ دور میں مسلمان عالم کا کوئی عالمی قائد اور کوئی قومی رہنماء نہیں ہے جو تمام اہل اسلام کو ایک امت اور ایک قوم کے طور پر یکجا کرسکے۔ ہر ہر ملک اور خطے میں چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں منقسم ہے۔ اکثر مسلم ممالک کی قیادت تو مغرب نواز حکمرانوں کے ہاتھ میں ہے ۔ اس وقت اگر کوئی مسلم حکمران ہے جو مغرب کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر مسلمانوں کے حق میں کھل کر بات کر سکے تو وہ ترکیہ کے حکمران ہیں۔

اس مقالے میں ہم نے خلافت عثمانیہ کے خاتمے سے لے کر جمہوری دور حکومت کی ابتدائی دور تک کے حالات پر مختصر انداز میں روشنی ڈالی جائے گی۔ ترکیہ کے پہلے جمہوری صدر کے ترکیہ ریاست کے حوالے سے اقدمات اور ترکیہ کی دینی اور مذہبی پہلوؤں سے حالات کے بدلنے اور پھر عدنان میندریس کے دور میں اسلام تعلیمات کے احیاء کے حوالے سے بھی گفتگو کی جائے گی۔ اس کے بعد ترکیہ کو اسلام کی طرف لے جانے والی شخصیت پروفیسر نجم الدین اربکان اور طیب اردگان کے دور حکومت کے اہم کارناموں اور ان کی اصلاحات کا تذکرہ کیا جائے گا۔

**خلافت اور ترک جمہوریت**

ترکیہ نہ صرف جغرافیائی لحاظ سے ایشیاء اور یورپی ممالک کے مابین ایک پل کی حیثیت سے کردار ادا کرنے والا ملک ہے بلکہ تمدن اور ثقافت کے لحاظ سے بھی ایک امتیازی مقام رکھتا ہے۔ یہ 1282ءسے لیکر 1924ء تقریبا سوا چھ سو سال تک خلافت عثمانیہ کا مرکز اور اسلامی سلطنت کا پایہ تخت رہا۔ خلافتِ عثمانیہ (خلافتِ راشدہ، خلافت امویّہ اور خلافتِ عباسیہ کے بعد) اسلامی تاریخ کی چوتھی بڑی خلافت تھی۔خلافت عثمانیہ کا آغاز ایک چھوٹی سے ریاست یعنی اناطولیہ سے ہوا جو وقت کےساتھ بڑھتے بڑھتے تین براعظموں کو محیط ہو گئی ۔ مشرقی وسطی، جنوب مشرقی، یورپ اور شمالی افریقہ کا بیشتر حصہ اس کے زیر نگین تھا ۔ اس قدر طویل عرصے میں کل 37 افراد میں سے پہلے 8 حکمران صرف سلطان کے عہدے پر فائز رہے جبکہ نویں حکمران سلطان سلیم اول سے لیکر چھتیس ویں حکمران سلطان وحید الدین محمد سادس تک کے حکمران بیک وقت سلطان اور خلیفہ بھی رہے ۔ پہلی جنگ عظیم میں خلافت عثمانیہ نے جرمنی کا ساتھ دینے کی وجہ سے کافی نقصان اٹھایا جس کے نتیجے میں مخالف ممالک نے ترکیہ کے مرکز اور دارالحکومت استنبول پر بھی قبضہ کیا ۔ اس وقت خلیفہ سلطان عبد الوحید برسر اقتدار تھے۔ مصطفی کمال اتاترک چونکہ اس وقت آرمی میں کمانڈر انچیف کے عہدے تک پہنچ چکے تھے اس نے قابض متحدہ ممالک کے فوجیوں کے خلاف بغاوت کا اعلان کیا اور متحدہ یورپی ممالک پر واضح کیا کہ ان کے افواج ترکیہ کی حدود سے نکل جائیں اور ترکیہ کی خود مختاری اور آزادی کو تسلیم کیا جائے۔ اس دوران کمال اتاترک نے یونانی سرحد پر یونانی افواج کے جھنگ بھی لڑائی جس میں مصطفی کمال اتاترک جو کہ ترک فوج کے کمانڈر تھے نے بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے یونانی فوج کو پسپائی پر مجبور کیا گیا۔ یوں کمال اتاترک ترک قوم کو دشمنوں سے نجات دہندہ اور آزادی دلانے والے قومی ہیرو کے طور پر ابھر آئے۔ اس دوران متحدہ یورپی ممالک نے ترکیہ کی آزادی اور خود مختاری کے حوالے سے فیصلہ کرنے کے لئے نومبر 1922ء میں ایک عالمی کانفرنس کا انعقاد کیا جس میں مصطفی کمال اتاترک نے اپنے نائب کے طور پر اپنے قریبی ساتھ عصمت انونوان کو شرکت کے لئے بھیجا۔ اس کانفرنس میں متحدہ ممالک نے ترکیہ کو ایک آزاد ملک کے طور پر قبول کرنے کے لئے در ج ذیل چار شرائط پیش کیں:

1. ترکیہ میں خلافت اور اسلامی ریاست کا مکمل خاتمہ۔
2. خلیفہ وقت کو ملک بدر کرنا۔(3 مارچ 1924)
3. خلیفہ کے تمام جائیداد کو قومی تحویل میں لینا۔
4. ترکیہ میں سیکولر ریاست کا اعلان۔( 29 اکتوبر 1923)

ترکیہ کی جانب سے شرکت کرنے والے عصمت انو نوان ا س وقت ان شرائط کو تسلیم کئے بغیر وطن واپس ہوئے لیکن بعد میں ترکیہ کے نئے حکمران مصطفی کمال اتاترک نے ان تمام شرائط کو تسلیم کیا۔[[1]](#endnote-2)

**مصفی کمال اتاترک کے سیکولرریاست کے حوالے سے اقدامات**

مصطفی کمال اتاترک ابتداء ہی سے فوج سے وابستہ رہے اور رفتہ رفتہ وہ چیف آف کمانڈر کے عہدے تک جا پہنچے لیکن انہوں نے ہم نوا فوجی کمانڈروں کے ساتھ مل کر اپنی سیاسی کوشش بھی جاری رکھی ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ انہوں نے 1923ء میں پیپلز پارٹی کے نام سے اپنی ایک جماعت بھی قائل کر لی تھی، جس کے ذریعے سے وہ پھر 1923ء میں پہلے جمہوری صدر کے طور پر برسراقتدار آئے۔ مصطفی کمال اتاترک نے خلافت کے خاتمے کے بعد

سیکولر ریاست بنانے کے لئے جو اقدامات کئے ان میں بعض اہم یہ ہیں:

1. آئین سے اسلام کے سرکاری مذہب والی شق کو خارج کر دیا ۔(1926)
2. ملک میں دینی مدارس، خانقاہیں ، پیری مریدی اور مزاروں پر جانے اور وہاں پر رسومات پر پابندیاں لگا کر دینی
3. تعلیم کو ممنوع قرار دیا ۔ (30 نومبر 1925)
4. یورپی لباس پہننا اور ننگے سر رہنا یا پھر محسوس قسم کی ٹوپی پہننا لازمی قرار دیا گیا۔(25 نومبر 1925)
5. ملک میں عورتوں کے لئے شرعی پردہ کو ممنوع قرار دیا اور ان کو مردوں کے برابر حقوق دینے کو لازمی قرار دیا گیا۔ (1930، 1933- 1934 )
6. تاریخ کے حوالے سے قمری تقویم کی جگہ شمسی تقویم کو لاگو کیا گیا۔(1925-1931)
7. جمعہ والے دن ہفتہ وار چھٹی کی جگہ اتوار والے چھٹی کا نوٹیفیکیشن جاری کیا گیا۔
8. عربی زبان پر ہر پہلو سے مکمل پابندی لگا دی گئی اس وجہ عربی رسم الخط کی جگہ رومن رسم الخط کو لاگو کیا گیا۔ ( ، 1928)
9. عبادات میں سے نماز، تلاوت کلام پاک اور دعا کو ترکیہ زبان میں کرنے کا حکم دیا گیا۔(1932)۔[[2]](#endnote-3)

**جمہوری دور میں مذہبی تعلیمات کے حوالے سےکی گئی کوششیں**

ترکیہ ایک ایسا ملک ہے جس میں دین اسلام کے عروج و زوال کی لمبی داستانیں ملتی ہیں ترکیہ پر ایسا وقت بھی آیا ہے جس نے پوری دنیا پر اپنی دھاک بٹھائی ہوئی تھی ۔ عثمانی ریاست کے سلاطین اور خلفاء بڑے دیندار اور بہادر جرنیل ہوا کرتے تھے دنیا کے ایک بڑے خطے پر ان کی حکومت تھی لیکن پھر ایسا دور بھی آیا جس سے ترکیہ کی سرحدیں سکڑتی رہیں اور دیگر ممالک کا غلبہ آتا رہا یہاں تک ترکیہ کے ٹکڑے کر دیئے گئے پھر اسی ترکیہ میں خلافت کا خاتمہ کرکے سیکولر ریاست کی بنیاد رکھ کرعربی زبان میں قرآن کریم تک کے پڑھنے پر پابندی لگا دی گئی اور اپنی مادری زبان کے حروف تہجی کو عربی سے رومن میں بدل دیا گیا۔غرض یہ کہ ترکیہ میں سیکولرزم کو اپنا قبلہ بنایا گیا اور اسلام کو مملکت کے حدود سے باہر پھینک دیا گیا۔ لیکن یہ تمام تر پابندیاں، دین اسلام کی محبت کوترک مسلمانوں کے دلوں سے نکالنے میں مکمل طور پر کامیاب نہ ہوسکی۔ اللہ تعالی کی مدد و نصرت سے کچھ خاص بندے ایسے تھے جنہوں نے ان تمام تر مشکلات کے باوجود اسلام کا شمع جلانے کا کام جاری رکھا۔ ان چند حضرات نے اسلام کی بقاء کے لئے بے مثال قربانیاں دیں۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں بعض کو جلاوطن کیا گیا اور حکومت و اقتدار سے الگ کیا گیا لیکن وہ لوگ کسی حال میں بھی نہ تھکے، نہ بکے اور نہ اپنی راہ بدلی۔ ان ہی کے محنت کے ثمرات پھر سے ترکیہ میں سامنے آنے لگے اور دھیرے دھیرے سے اسلام کا بول بلند ہونے لگا۔ مساجد سے پھر سے آذان کی آوازیں آنے لگی اور مدارس و مکاتب پھر آباد ہونے لگے۔ترکیہ جیسے ملک میں دین اسلام کے پھر سے احیا ء کے حوالے سے کوشش کرنے والے افراد کی فہرست میں ایک نمایاں کردار ادا کرنے والے شخص کا نام شیخ بدیع الزمان نورسی ہے۔

ترکیہ ادبیات کے ماہر جناب ثروت صولت نے انھیں درج ذیل الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے:

"ترکیہ میں تجدید و احیائے اسلام کے فرض کو گزشتہ نصف صدی میں جس عظیم ہستی نے انجام دیا وہ استاد بدیع الزماں نورسی کی ذات ہے۔وہ بلا شبہ اس صدی کی عظیم ہستیوں میں سے ایک ہیں۔ان کی کوششوں سے ترکیہ میں جس طرح اسلام کا احیاء ہوا ہے اس کی مثال شاید آسانی سے نہ پیش کی جا سکے۔ ان کی اصل اہمیت اور عظمت یہ ہے کہ انھوں نے نا سازگار حالات میں اسلام کی شمع روشن رکھنے کی کوشش جاری رکھی اور پچیس سال کی جد و جہد کے بعد ترکیہ کو مذہب دشمنی کی راہ سے ہٹاکر ایک بار پھر خادمِ اسلام ملک کی حیثیت میں تبدیل کر دیا۔"[[3]](#endnote-4)

شیخ بدیع الزمان نورسیؒ، ترکیہ کے صوبے تبلیس کے ایک گاؤں "نورس" میں 1932ء کو پیدا ہوئے۔ گاؤں کی نسبت سے آپ کونورسی کہا جانے لگا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کرنے کے بعد مختلف اساتذہ سے مختلف کتابیں پڑھیں آپ کو اللہ نے کمال درجے کا حافظ عطا کیا تھا۔آپ نے بلوغت سے پہلے مختلف علوم کے 80 کے قریب کتابیں پڑھی۔اُنیسویں صدی کے شروع میں خلافت کے خاتمے کے لئے نوجوانوں کی طرف سے انجمن اتحاد و ترقی قائم کی گئی۔ جس کا بنیادی مقصد خلافت کا خاتمہ اور مغربی جدیدیت اور افکار کی بالادستی قائم کرنا تھی۔ اس گروہ کا مقابلہ کرنے کے لئے 1909 ء میں انجمن اتحاد محمدی بنا دی گئی ۔ جس کے بنیادی اراکین میں شیخ نورسی کا نام بھی ملتا ہے۔ اس انجمن کا مقصد خلافت کی تشکیل نو کرنا اور اسلامی اتحاد کو مضبوط کرنا تھا لیکن اس کے خلاف ایک بغاوت پھوٹ پڑی جس میں انجمن کے دیگر افراد کے ساتھ سعید نورسی کو بھی جیل میں بند کر دیا گیا۔ جو بعد میں عوامی دباء کی وجہ سے ان کو رہا کردیا گیا۔ ترکیہ کے پہلے جمہوری صدر مصطفی کمال نے اپنے بہادری کی بنیاد پر ترک عوام کے دلوں میں جگہ بنا دی تھی جس کی وجہ سے علامہ سعید نورسیؒ کے دل میں بھی ان کے لئے ایک احترام تھا اور وہ مصطفی کمال کو سیکولرزم سے اسلام کی طرف لانا چاہتے تھے لیکن لا دینی طبقے نے انہیں کامیاب نہیں ہونے دیا ۔ دوسری طرف سے مصطفی کمال شیخ نورسی کی غیر معمولی مقبولیت کو دیکھتے ہوئے اپنے الہ کار کے طور پر استعمال کرنا چاہتے تھے جس کی ابتدا اس کام سے کی کہ شیخ کو مشرقی اناطولیہ کا رئیس الواعظین مقرر کیا اور ساتھ میں دار الحکمۃ بورڈ کا ممبر بھی منتخب کیا۔ لیکن شیخ نورسی مصطفی کمال کی نیت کو جانچتے ہوئے اس کی طرف دئے گئے عہدے کو ترک کرتے ہوئے انقرہ چلے گئے۔ اور وہیں پر خفیہ طریقے سے دعوت و تبلیغ اور تصوف وتزکیہ کا کام انجام دینے لگے۔[[4]](#endnote-5)

1925ء میں نئی جمہوری حکومت کی ملحدانہ نظریات کے خلافت بغاوت ہوئی تو اس بغاوت میں شیخ نورسیؒ کو بھی شک کی بنیاد پر گرفتار کیا گیا اور ان کو پولیس کی نگرانی میں نظر بند کیا گیا لیکن شیخ نورسی نے اس قید و بند میں بھی رسائل نور کا کام جاری رکھا اور خفیہ طریقے سے ان کی ترسیل کرتا رہا۔ ایک وقت ایسا بھی آگیا کہ آپ کے پہرہ دار آپ کے گرویدہ ہوگئے اور ان لوگوں نے ہی آپ کے رسائل کو ترسیل کرنا شروع کیا۔ 1934 ء میں خفیہ مذہبی تنظیم بنانے کا الزام لگا جس کے نتیجے میں آپ کے ساتھ سینکڑوں شاگرد بھی گرفتار ہوگئے لیکن عدم ثبوت کی بناء پر رہائی ملی۔ اس کے بعد پھر 1943ء میں گرفتار کئے گئے لیکن کچھ عرصے کے بعد رہائی ہوئی غرض یہ کہ شیخ کی زندگی قید وبند میں رہی لیکن اس کے باجود آپ نے ہمت نہیں ہاری۔ [[5]](#endnote-6)

شیخ نورسی نے ترکیہ میں مذہبی تعلیم عام کرنے کی غرض سے مصر کی جامعہ ازہر کی طرز پر جامعہ الزہراء قائم کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس پر اس وقت عمل کرنے کا موقع ملا جب 1951ء میں ترکیہ کے وزیر اعظم عدنان مندریس کی طرف سے مالی تعاون فراہم کی گئی۔ تو آپ نے جامعہ قائم کرکے عربی، ترکیہ اور کردی تین زبانوں میں تدریس کا اہتمام کیا۔ لیکن زیادہ تر توجہ عربی زبان پر رہی۔ 1952 ء میں پھر آپ اپنے بعض رفقاء کے ساتھ گرفتار ہوئے۔آپ پر اور آپ کے رسائل نور اور تصنیفات پر مقدمہ چلا۔جس سے آپ پر فرد جرم عائد کی گئی۔ لیکن جرم ثابت نہ ہونے کی بناء پر رہائی ملی لیکن استنبول سے جلا وطن کیا گیا جس کی وجہ سے آپ سپارٹا چلے گئے جہاں آخری ایام تک رہے لیکن آپ کی وفات 1960ء کو اورفہ شہر میں ہوئی۔ شیخ نورسیؒ نے 130 کے قریب چھوٹے بڑے رسائل تصنیف کئے۔ ان رسائل کی نورسی تحریک میں بڑی اہمیت رہی۔ کیونکہ ان رسائل کا بنیادی مقصد ترک عوام کو گمراہی کے راستے سے صحیح راستے پر لانا تھا۔ بعض رسائل میں سائنسی ایجادات اور صنعتی ترقیوں کے حوالے سے قرآن کریم کی پیشن گوئیوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ خلاصۃ یہ کہ شیخ نورسی ؒ نے ایک شدید مخالف ماحول میں بڑی حکمت و بصیرت سے دینی اور اصلاحی سرگرمیاں انجام دیں ۔ آپ نے طرح طرح کی آزمائشوں کا مقابلہ کیا لیکن ان کے سامنے کبھی جھکے نہیں۔[[6]](#endnote-7)

**عدنان میندریس سے طیب اردگان تک**

ترکیہ کے جمہوری دور حکومت میں اسلام کےحوالے سے جس شخصیت نے اپنی دور حکومت میں کچھ نرمی کا مظاہرہ کیا ہے وہ عدنان میندریس ہیں جس کا ہم نے شیخ نورسی کے حوالے سے بھی ذکر کیا کہ شیخ کو جامعہ الزہرا بنانے کی اجازت عدنان میندریس نے اپنی دور حکومت میں دی تھی۔ عدنان میندریس(1899-1961) جب پہلی بار 1950 ء میں ترکیہ کے وزیر اعظم بنے تو انہوں نے ترکیہ کے عوامی جذبات کی پہلی بار ترجمانی کرتے ہوئے پھر سے ترکیہ کو اسلامی تہذیب کی طرف راغب کرنا شروع کیا۔ انہوں نے ازمیر شہر میں اپنے ایک بیان میں اسلامی تعلیمات کے حوالے سے یوں کہا:

" ہم نے اپنے مذہب اسلام کو جو مظلوم تھا ظلم سے آزاد کر دیااور اس حوالے سے مخالفین اور انقلابیوں کی باتوں کو اہمیت او ر توجہ نہیں دی۔ہم نے آذان کو پھر سے عربی میں اجازت دی۔ سکولوں میں دینی تعلیم کو قبول کیا۔ ہم اب ریڈیو پر قرآن پڑھتے ہیں ۔ ترکیہ ایک مسلم ریاست ہے اور رہے گی اور یہاں پر اسلام کی تمام ضروریات پوری ہونگیں"۔[[7]](#endnote-8)

عدنان میندریس کی اسلامی تعلیمات کے حوالے سے اقدمات اس وقت کے عسکری قیادت کو گنوارا نہ ہوئی تو انہوں نے حکومت کے خلاف مختلف طریقوں سے عوام کو کسی حد بڑھکایا اور پھر 1960 ء میں فوجی مارشل لاء کے ذریعے سے ان کی حکومت کا خاتمہ کرکے ان پر مقدمہ چلایا گیا اور آخر کا ر آپ کو 1961ء میں دیگر چند ساتھیوں کے ساتھ پھانسی دی گئی۔[[8]](#endnote-9)اس میں کوئی شک نہیں کہ عدنان میندریس نے اسلامی تہذیب کو پھر سے زندہ کیا اور ترک عوام کو دینی راہ ہدایت پر گامزن کیا لیکن اس کی قیمت میں اپنی جان تک دے دی۔ البتہ عدنان میندریس نے اپنی جان کی قربانی دے کر جس سفر کا آغاز کیا تھا اس کو کئی دہائیوں کے بعد پروفسیر ڈاکٹر نجم الدین اربکان نے آگے جاری رکھا ۔

**ترکیہ کے سابق وزیر اعظم پروفیسرنجم الدین اربکان(1926-2011)**

پروفیسرنجم الدین اربکان کوئی بڑے سیاستدان نہیں تھے وہ ایک یونیورسٹی کے پروفیسر تھے اور انجینئر تھے لیکن انہوں نے ایک پروفیسر کی حیثیت سے ایک ایسی ٹیم تیار کی جو بعد میں ان کی سیاسی پیش قدمی کا ذریعہ بنی۔ انہوں نے 1969ء میں اپنی سیاسی سفر کا آغاز کیا ۔آپ نے اپنی سیاسی جدوجہد میں کئی بار نئے ناموں سے پارٹیاں قائم کیں جس کی بنیادی وجہ عسکری مداخلت اور سیکولر طبقے سے تعلق رکھنے والوں کی بار بار مداخلت اور پابندیاں تھیں۔ 1977ء میں آپ پر اور آپ کی پارٹی پر عسکری حکومت کی طرف سے 10 سال تک پابندی لگی جس کی وجہ آپ 10 سال تک سیاسی سرگرمیوں سے دور رہے لیکن 1987ء میں رفاہی پارٹی کے لیڈر کے حیثیت سے پھر سے سیاست کے میدان میں قدم رکھا۔ اس کے بعد 1991 میں قونیا شہر سے ملت وکیل/ قومی وزیر کی حیثیت سے کامیاب ہوئے ۔ 1996ء کے عام انتخابات میں آپ کی پارٹی نے اکثریت سے کامیابی حاصل کرکے آپ کو ترکیہ کے وزیراعظم کے طور پر منتخب کیا۔ لیکن بد قسمتی سے 1997ء میں ہی عسکری مارشل لاء کیو جہ سے نہ صرف آپ کی حکومت کو برطرف کیا گیا بلکہ آپ کی پارٹی پر بھی 5 سال کی پابندی لگائی گئی۔ 2003ء میں آپ نے سعادت نامی پارٹی کو بطور سربراہ جوائن کیا۔ 27 فروری 2011 ء کو اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ [[9]](#endnote-10)

**طیب اردگان کا سیاسی سفر**

طیب اردگان کی پیدائش 1954ء کو ترکیہ کے بڑے شہر استنبول میں ہوئی۔آپ نے ابتدائی تعلیم قاسم پاشا نامی مدرسے سے کی اور پھر امام خطیب ہائی سکول سے 1973 ء میں میٹرک پاس کی۔ استنبول کی مرمرہ یونیورسٹی کی بزنس ایڈمنسٹریشن ڈیپارٹمنٹ سے 1981ء میں گریجویٹ کی ڈگری حاصل کی۔آپ کو جامعہ سینٹ جانز، جامعہ فاتح، جامعہ مال تپہ ، جامعہ استنبول اور جامعہ حلب جیسے مختلف یونیورسٹیوں نے ڈاکٹریٹ کی اعزازی سندات سے بھی نوازا۔آپ نے اپنی سیاسی دور کا آغاز استنبول سے کیا ۔ سب سے پہلے رفاہ پارٹی جس کے بانی پروفیسر نجم الدین اربکان تھے اس کے ساتھ شامل ہوکر بڑی طاقت کے ساتھ میدان میں اترے۔ پہلی بار 1984 میں تحصیل کے مئیر منتخب ہوئے اس کے بعد استنبول شہر کے صدر بن گئے۔ آپ نے اس دوران نوجوانوں اور عورتوں کو نہ صرف سیاست کی طرف راغب کیا بلکہ معاشرے میں سیاست کی ترویج کے لئے بھی اہم اقدات اٹھائے۔ جس کے نتیجے میں رفاہ پارٹی نے استنبول کے انتخابات میں واضح برتری حاصل کی۔ 27 مارچ 1994 ء کے بلدیاتی انتخابات میں طیب اردگان استنبول شہر کے مئیر منتخب ہوئے۔ آپ جس وقت استنبول شہر کے مئیر منتخب ہوئے تو استنبول کا حال یہ تھا کہ وہاں پر نہ امن تھا اور نہ ہی کوئی ترقی کا سامان تھا ہر طرف مسائل تھے لیکن آپ نے 3 سال کے مختصر عرصے میں استنبول کو دنیا کے خوبصورت شہروں کی صف میں آ کھڑا کیا۔لیکن بدقسمتی سے ترکیہ کے کسی شہر میں کہے گئے چند اشعار کو بنیاد بنا کر آپ کو 12 دسمبر 1997ء میں مئیر کے عہدے سے معزول کرکے جیل میں بند کردیا گیا۔ اس کے بعد 2001ء میں ترکیہ کے سابق صدر عبد اللہ گل کے سربراہی میں جسٹس اینڈ ڈیولیپمنٹ نام سے پارٹی بنائی۔ لیکن 2002ء میں آپ پر پابندی کیوجہ سے الیکشن میں حصہ نہ لے سکے۔ اس کے بعد 2003ء میں عام انتخابات میں آپ کی پارٹی نے اکثریت کے ساتھ کامیابی حاصل کی تو آپ 2003ء میں ترکیہ کا وزیر اعظم بنائے گئے۔ 2014ء میں آپ ترکیہ کے صدر بن گئے اور پھر اس کے بعد آپ نے 2017ء میں قانین میں ترمیم کرکے کے ملک میں صدراتی نظام کو لاگو گیا اور آپ ترکیہ کے صدر کے حیثیت سے خدمات سرنجام دے رہے ہیں۔ [[10]](#endnote-11)

**طیب اردگان اور ترکیہ قیادت**

طیب اردگان کا ترکیہ جیسے ملک کا تین بار وزیراعظم منتخب ہونا اور اس کے بعد دو بار ترکیہ کے صدر کے طور پر منتخب ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ ترک عوام کو آپ کی حکمرانی پر کسی حد تک اعتماد اور اطمینان ہے۔ کیونکہ طیب اردگان ہی نے ترکیہ کی فلاح و بہبود کے لئے بہت کچھ کیا۔ جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ خارجی امور کے حوالے سے انہوں نے دو کام ایسے کئے ہیں جس سے نہ ترکیہ کو تقویت ملی بلکہ عالم اسلام کے لئے بھی بے حد مفید رہے۔ انہوں نے دنیا کے سنگین حالات اور بحران میں پہلا کارنامہ یہ انجام دیا کہ آپ نے ترکیہ کو کئی بار اندرونی طور پر خانہ جنگی اور مخالفین کی مکر و فریب اور چالوں سے بچایا۔ کیونکہ ترکیہ آج سے نہیں بلکہ خلافت عثمانیہ کے زمانے سے ہی دشمنوں کی آنکھوں میں کھٹکتا رہا ہے تو آپ نے جس حکمت عملی سے اور اپنی فہم و فراست سے ان نازک حالات میں دشمنوں اور مخالفین کی تمام تر مذموم کوششوں اور حیلوں کو ناکام بناتے ہوئے مثالی قیادت کا عملی نمونہ پیش کیا۔ جس کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے۔ اس کے علاوہ امریکہ اور ان کے اتحادیوں نے عراق کے خلاف جنگ میں ترکیہ سے بھی اڈے دینے کا کہا تھا لیکن طیب اردگان نے اپنے مسلمان ملک کے خلاف غیر کا ساتھ دینے کی بجائے ان کو صاف انکار کر دیا۔ دوسری طرف ترکیہ کا دیگر مسلمان ممالک کے ساتھ خصوصا مشرق وسطی، شام، برما، مصر وغیرہ کے ساتھ اظہار ہمدردی اور عملی تعاون کی آئے روز مثالیں عملی طور پر دیکھنے کو ملتی ہیں اس سے ان کی جرأت ، رحم دلی اور مسلم امہ کے حوالے سے ان کی بے چینی کا آسانی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

**طیب اردگان کی سیاست کی امتیازی پہلو**

ترک صدر مسلم دنیا کے عام حکمرانوں کے برخلاف اپنی ایک آزاد اور خود مختار سیاسی پالیسی رکھتے ہیں۔ وہ ترکیہ کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں،ترکیہ کے تاریخی کردار کی بازیافت چاہتے ہیں اور ترکیہ کو اس کے تابناک ماضی سے وابستہ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ترک عوام کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں اور انہیں ملک کی تعمیر وترقی میں برابر کا شریک دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ ترکیہ کو ایک پائیدار اور مضبوط جمہوری نظام دینا چاہتے ہیں جہاں ہر کسی کو شخصی اور اجتماعی آزادی کا بھی احساس ہو اور شخصی اور اجتماعی ذمہ داری کا بھی احساس ہو۔ وہ چاہتے ہیں کہ ترک عوام خود فیصلہ کرے کہ ان کے ملک کی داخلہ اور خارجہ پالیسی کیا ہوگی اور دنیا بھر میں اس کا کیا رول ہوگا۔ وہ چاہتے ہیں کہ ترک معیشت ایک آزاد اور خودمختار معیشت ہو، زراعت کے میدان میں بھی ترکیہ نئے نئے میدان سر کرے،صنعت وحرفت اور انفارمیشن ٹکنالوجی کے میدان میں بھی فتوحات رقم کرے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ترکیہ اپنی فتوحات خود اپنے بازوؤں اور خوداپنے تیار کردہ ہتھیاروں سے رقم کرے۔ غرض رجب طیب اردوغان اپنے ملک اور اپنے ملک کے عوام کے لیے وہ تمام اقدامات کرلیناچاہتے ہیں جن کے بارے میں مسلم دنیا، بالخصوص خلیج کی ریاستیں سوچنا بھی نہیں چاہتیں ، اور وہ اس گھٹیا اور غلامی کی سیاست سے ترکیہ کو مکمل طور پر محفوظ رکھنا چاہتے ہیں جس پر خلیجی ریاستیں قائم ہیں۔ رجب طیب اردوگان کی شخصیت اور ان کی سیاست کا یہی سب سے امتیازی پہلو ہے اور یہی وہ بنیادی سبب ہے جس نے مغرب کی استعماری طاقتوں کو بھی اور مشرق کی غلام حکومتوں کو بھی، ترکیہ کے خلاف ایک صف میں کھڑا کردیا ہے۔

**طیب اردگان کے دور حکومت کے اہم کارنامے**

طیب اردگان نے سالانہ تقریبا 10 پوائنٹس کے حساب سےملکی معیشت کو ایک سو گیارہ نمبر سے سولویں نمبر

پر لے آیا۔ ترکیہ لیرا آپ کی دور حکومت سے پہلے ایک ڈالر کے مقابلے میں ہزاروں کے برابر تھا آپ نے شروع میں 2 لیرا کر دیا اگرچہ بعد میں 20 لیرا تک چلا گیا۔

2013 ء میں ترکیہ کی کل پیدوار ٹریلین سو ملین ڈالر تک لے کے گیا جو کہ ایک بڑی کامیابی تھی۔طیب اردگان نے یورپ کا سب سے بڑا ائیر پورٹ استنبول میں مکمل کیا جہاں پر روزانہ ہزاروں کی تعداد میں جہاز لینڈ کرتے ہیں۔

آپ کی دور حکومت میں ترکیہ نے پہلا بکتر بند ٹینک، پہلا ایئر کرافٹ، پہلا ڈرون اور پہلا سیٹلائٹ بنایا ہے۔ یہ سیٹلائٹ

عسکری اور بہت سے دیگر امور سرانجام دینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

طیب اردگان نے 18 سالوں کے دوران 150 کے قریب نئی یونیورسٹیاں، ہزاروں کی تعداد میں نئے سکولز، سینکڑوں کی تعداد میں ہسپتال اور 30 کے قریب ائیر پورٹ بنائے۔

اہم ترین سیاسی کامیابیوں میں یہ بھی شامل ہے کہ اردگان نے قبرص کے دونوں حصوں میں امن قائم کیا اور کرد کارکنوں کے ساتھ برابری کی سطح پر مذاکرات کے ذریعے خون خرابے کو روکا۔

آپ نے ملکی تعلیمی اور صحت بجٹ کو دفاعی بجٹ سے زیادہ کر دیا ہے۔ آپ نے استاذ اورڈاکٹرز کی تنخواہ میں فرق کو کم کیا۔

آپ کی دور حکومت میں ترکش ائیر لائن یورپ کی بہترین ائیرلائن کا ایوراڈ کئی بار حاصل کر چکا۔ اور تین سال سے دنیا کا بہترین ائیر لائن کا اعزاز اپنے نام کیا ہے۔

80 سالوں سے قرآن و حدیث اور دینی علوم کے حوالے سے تمام تر پابندیوں کو ختم کرکے ملک میں قران و حدیث کے ادارے قائم کئے۔ملک میں حجاب سےپابندی اٹھااور تمام سرکاری اداروں میں حجاب پہننے کی اجازت دی ۔

**خلاصہ کلام**

اس میں کوئی شک نہیں اگر جمہوری حکومت میں اسلام مخالف عناصر شامل نہ ہوں اور صحیح معنوں میں جمہور کی رائے کا احترام کیا جاتا ہو تو پھر جمہوری حکومت کا قیام ہی ملک و ملت کے مسائل اور ضرویات کا تدارک کر سکتی ہے۔ ترکیہ میں خلافت عثمانیہ کے خاتمے کے بعد پہلے جمہوری صدر کے ترکیہ میں سیکولر حکومت کے حوالے سے اقدامات اور ان کے اثرات پر روشنی ڈالی گئی۔ دراصل قیادت کا بنیادی مقصد انسانوں کے مسائل حل کرنا اور ان کی صحیح سمت کی طرف راہنمائی کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے دیانت دار، باصلاحیت اور با شعور قیادت ہمیشہ سے نہ صرف انسانی مسائل کا حل تلاش کرتی ہے بلکہ معاشرے کی خوش حالی ، امن و آمان اور ترقی کے میدان میں کلیدی کردار بھی ادا کرتی ہے۔ اس لئے قیادت بہت ہی اہم اور حساس ذمہ داری ہے یہ کوئی معمولی اور آسان کام نہیں ہوتا جو ہر کوئی کر سکے۔ قیادت کو ہر وقت کسی بھی وقت بیرونی اور اندرونی مسائل ، دشمنوں کے مکر و فریب اور فتنوں کا سامنا رہتا ہے جس سےوہ کسی بھی غافل نہیں ہو سکتا ہے۔ لیکن کامیاب قیادت وہ ہوتی ہے جس میں اخلاص ہو، ہر کام حکمت وبصیرت اور دانائی سے کرتا ہو۔ اس کے علاوہ اس کو اپنی ذات پر اعتماد اور بھروسہ ہو اور عوام بھی ان پر اعتماد کرتے ہوں۔ سب سے بنیادی شئی قیادت کے اندر احساس ذمہ داری کا ہونا بھی ہے ۔ بہادر، عادل اور قوانین کی پاسداری کرنے والا قائد ہی اپنے قوم ، ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن کر سکتا ہے۔ عصر حاضر میں اگر باریک بینی سے دیکھا جائے جس میں قیادت کے تمام اوصاف واضح طور پر نظر آتے ہوں تو مسلم قائدین میں ایک ہی شخص کی طرف نظر جاتی ہے اور وہ ترکیہ کے موجودہ صدر رجب طیب اردگان صاحب ہیں۔ جنہوں نے نہ صرف اپنے ملک کے لئے بلکہ اپنی کوشش کی حد تک تمام عالم اسلام کے حق میں ہمیشہ سےکلمہ حق بلند کیا ہے اور کرتا رہا ہے۔ اس کی بنیادی وجوہات میں سے اہم وجہ رجب طیب اردگان کا سچا اور پکا مسلمان ہونا ہے ان کے اندر ایمانی غیرت اور حمیت کا ہونا ہے ۔ وہ صرف اور صرف اللہ کی ذات کو ہی سُپر پاور سمجھتے ہیں۔ اس بات کا اظہار وہ بار بار کر چکے ہیں کہ دنیا کسی کی ذاتی ملکیت نہیں اور نہ ہی پانچ ممالک میں منحصر ہے ۔ انہوں نے اپنی ایمانی غیرت اور فہم وفراست کی بناء پر ترکیہ کو جس مقام پر کھڑا کیا وہ ہم سب کے سامنے ہیں۔ اگر حقیقی معنوں میں کوئی اسلامی رو سے قیادت کا حقیقی معنی میں حق دار ہے تو وہ رجب طیب اردگان ہیں ۔

الحواشی

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

1. تیمور تانر، ریاست عثمانی کا مطالعہ، انقرہ، 1996، 203۔ انور ضیاء کرال، ریاست عثمانی کی تاریخ۔

   Timur Taner, Studies of the Ottoman State, Ankara, 1996, 203. Anwar Zia Kural, History of the Ottoman Empire. [↑](#endnote-ref-2)
2. Seyfettin ASLAN, Osmanlıdan Cumhuriyete Geçişte Türkiyenin Modernleşme Süreciİ Laıkleşme ve Ulusal Kimlik İnşası, Akademic Yaklaşımlar Degesiö 2015, Ciltü 06, Sayı, 1.

   Atatirk Devrileri,T.C:KEPSUT Kaymakamlaığı. [↑](#endnote-ref-3)
3. ثروت صولت،ترکیہ کا مردِ مجاہد،مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی۔1996ء ،ص9۔10

   Sarwat Solat, Turkey's Mard-e-Mujahid, Central School of Islamic Publishers, New Delhi, 1996, pp. 10-9. [↑](#endnote-ref-4)
4. دیکھئے: Mardin, Modren Turkiyede Din ve Toplumsal Değişim, Bedıüzzaman Said Nursi Olayı. [↑](#endnote-ref-5)
5. دیکھئے: Fergan, Bediuzzaman, Said Nur ve Nurjuluk. [↑](#endnote-ref-6)
6. دیکھئے: Fergan, Bediuzzaman, Said Nur ve Nurjuluk, ve, Zeynep Üzcan, Jumhuriyet Dşnemi Dini Hayat (1938-1950). PhD Thesis. [↑](#endnote-ref-7)
7. Milli iradeyi sandığa yansıtan ilk başbakan: Adnan Menderes, aa.com.trdemokrasinin-ınfazn s [↑](#endnote-ref-8)
8. Milli iradeyi sandığa yansıtan ilk başbakan: Adnan Menderes, aa.com.trdemokrasinin-ınfazn [↑](#endnote-ref-9)
9. Işıl Arpacı, Söylemden İdeolojiye Erbakan ve Milli Görüş. Uluslararası Sosyal ve Beşerî Bilimler Dergisi, 2019. [↑](#endnote-ref-10)
10. https://www.tccb.gov.tr/receptayyiperdogan/biyografi/ [↑](#endnote-ref-11)